# لا الہ الا اللہ پر قائم ہو کر توحید کے علمبردار بن جائیں۔

# پاکستان حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ رفروری ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ کلمۂ توحید یعنی لا الــه الا اللــه ایک ایسا کلمہ ہے جو تمام دنیا کے مذاہب کا خلاصہ اور ان کی جان ہے۔ مذہب خواہ قدیم ترین ہو یا اسلام جو آخری صورت میں ظاہر ہوا ان سب میں اگر کوئی قدر مشترک ہے تو وہ یہی ہے۔ لا الــه الا الــلـه اور اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو افضل الذکر بھی فرمایا۔ (ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر: ۳۳۰۵) یعنی جتنے بھی ذکر ممکن ہیں خدا تعالیٰ کی یاد کے جتنے بھی طریقے سوچے جا سکتے ہیں ان میں سب سے زیادہ بہتر، سب سے شاندار ،سب سے زیادہ خوبصورت یہ کلمہ لا الــه الا اللــه ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے قرآن کریم کی متعدد آیات اس امر پر روشنی ڈالتی ہیں کہ یہی کلمہ ہے جو ہمیشہ سے ہر مذہب کی جان رہا ہے۔ اس کے معانی پر جتنا بھی غور کیا جائے، مزید گہرائیاں دکھائی دینے لگتی ہیں اور عملاً میں نے غور کر کے دیکھا ہے کہ اس میں تمام مذاہب کی تمام سچائیاں پائی جاتی ہیں۔ اس مضمون کو آپ کریدتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں تو درحقیقت کلمۂ توحید کا مضمون پھیلتا چلا جاتا ہے، وسیع ہوتا چلا جاتا ہے، گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر مذہب کی ہر تعلیم کا خلاصہ یہ کلمہ بن جاتا ہے۔ انہیں معنوں میں ایک مرتبہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مـن قـال لا الـٰه الا اللہ دخل

الجنة اس پیغام کو سن کر حضرت ابو ہریرہؓ باہر گلیوں میں نکل کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے یہ منادی کرنی شروع کر دی کہ اے لوگو! مبارک ہو جنت کی کنجی مل گئی۔ من قال لا اله الّا اللّٰه دخل الجنة جس نے بھی لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو آپ کو فکر پیدا ہوئی کہ لوگ اس کلمہ کے سچے مفہوم کو سمجھے بغیر اس خوشخبری کی گہرائی کو پائے بغیر سطحی طور پر کلمے سے چمٹ کر سمجھیں گے کہ وہ جنت میں داخل ہو رہے ہیں تو وہ اسی طرح ان کو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا تھا کہ اس طرح کہو۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں میں نے کہا تھا۔ تو اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگ اس سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے تو آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو منع فرما دیا کہ اس کا اس طرح اعلان نہ کرو جس طرح اب تم کرتے پھر رہے تھے (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر:۴۶) لیکن آنحضرت ﷺ کی بات درست تھی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں۔ وقتی طور پر ایک مصلحت کی خاطر اس کا اعلان تو منع فرما دیا مگر قیامت تک کے لئے وہ اعلان دنیا میں گھومتا پھر رہا ہے۔ ابو ہریرہؓ کی بات تو لوگ بھول جائیں گے، اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی لیکن حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بات تو بھلائی نہیں جاسکتی یقیناً یہ ایک دائمی سچائی ہے اور اس میں گہری حکمت کا راز ہے۔ من قال لا اله الا اللّٰه دخل الجنة۔ اس کا ایک پہلو یعنی جھوٹے خداؤں کی پرستش کا جو پہلو ہے۔ اس کے متعلق میں ایک دفعہ کچھ حصہ مضمون کا بیان کر چکا ہوں۔ اب میں ایک اور پہلو سے متعلق جماعت کے سامنے اس مضمون کو رکھنا چاہتا ہوں، قرآن کریم کی ایک آیت سے جس کی نشاندہی ہوتی ہے اور وہ آیت درحقیقت اسی کلمہ کی ایک تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (البقرہ:۲۵۷) جس طرح کلمے میں ایک انکار اور ایک اثبات شامل ہے۔ انکار جمع کی صورت میں ہے اور اثبات وحدت کی شکل میں تمام خداؤں کا انکار ہر قسم کے خداؤں کا انکار ہر طرز کے، ہر امکانی خدا کا انکار مگر ایک اللہ کا اقرار۔ تو توحید پہلے سب کی نفی کر دیتی ہے اور جب کچھ باقی نہیں رہتا تو پھر خدا کے وجود کا اثبات آپ کے سامنے اس طرح پیش فرماتی ہے کہ اور کچھ بھی نہیں صرف ایک خدا ہی رہ گیا ہے۔ وہی مضمون ایک اور پہلو کے لحاظ سے اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ جو طاغوت کا انکار کر دے اور اللہ پر ایمان لے آئے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى اس

کا حال یہ ہوگا کہ گویا اس نے ایک مضبوط کڑے پر ہاتھ ڈال دیا ہے نہ وہ ہاتھ چھوٹنے والا ہے۔ نہ وہ کڑا ٹوٹنے والا ہے اور پھر اس سے اس کی جدائی کبھی نہیں ہوگی ۔ یہ جو موحد کے لئے عظیم الشان خوشخبری ہے اس کا آغاز طاغوت کے انکار سے ہوتا ہے۔ اگر طاغوت کا کوئی پہلو باقی رہ جائے تو پھر اس نیک انجام کی کامل یقین کے ساتھ خوشخبری نہیں دی جاسکتی۔ یہ خوشخبری اپنی ذات میں یہ پیغام رکھتی ہے کہ اگر تم طاغوت کا انکار کر کے پھر خدا پر ایمان لائے ہو تو یہ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا اور اگر تمہارے طاغوت کے انکار میں کوئی کمی رہ گئی، کوئی رخنے رہ گئے تو پھر اسی پہلو سے تمہارے انجام کے اوپر بھی خطرات کے سائے پڑ سکتے ہیں۔

طاغوت کا لفظ توجہ طلب ہے۔ طاغوت کا لفظ جس مادے سے بنا ہے اس میں سرکشی، حد سے بڑھ جانا، ظلم، تعدی، یہ ساری باتیں شامل ہیں اور طاغوت کا لفظ واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور جمع کے لئے بھی اس لئے اس میں ہر قسم کی شیطانی طاقتیں شامل ہو جاتی ہیں اور جس طرح لَا اِلٰـهَ میں جمع کے معنی شامل ہیں بلکہ کلیۃً ہر قسم کے خدا کا انکار لازم قرار دیا گیا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اسی طرح طاغوت نے بھی ہر قسم کی ان شیطانی طاقتوں کو، ان شیطانی تحریکات کرنے والے وجودوں کو شامل کر لیا جو امکانی طور پر ہو سکتے ہیں یعنی عالم امکان میں جن کا وجود ممکن ہے اور وہ سارے اس میں شامل ہو گئے۔ تو یہاں بھی انکار جمع کا ہے اور اقرار صرف اللہ کا۔ تو وہ کون سی طاغوتی طاقتیں ہیں جن کا انکار ہے؟ اس کا مضمون اس لفظ کے معنی میں شامل ہے۔ **ہر وہ شخص، ہر وہ دوست، ہر وہ دشمن، ہر وہ فلسفی، ہر وہ ذات، وہ تصور جو انسان کے دل میں کسی قسم کی کجی پیدا کرے، اسے سرکشی پر آمادہ کرے، اسے حد سے تجاوز کرنے کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے، صراط مستقیم سے ہٹا کر کجی کی طرف لے جائے، ہر ایسی طاقت کو طاغوت کہتے ہیں۔** پس طاغوت کا انکار بہت ہی اہم ہے اور جب تک طاغوت کا انکار نہ ہو، اللہ کے ایمان کے تمام مثبت نتائج ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اسی حد تک وہ مثبت نتائج خام رہ جائیں گے ان میں کوئی نہ کوئی خلا رہ جائے گا کوئی کمی باقی رہ جائے گی جس حد تک انسان کا تعلق کسی طاغوت سے باقی رہے گا۔

اس مضمون کو جماعت احمدیہ کے لئے بہت گہرائی میں سمجھنا ضروری ہے اور ہر قسم کے طاغوتی خیالات کو دل سے مٹانا، ہر ایسے شخص سے تعلق توڑنا جو قومی وحدت کے خلاف کسی قسم کے

وسوسے پیدا کرتا ہو اور جس کا آخری نتیجہ ''طَــغَـــوٗ'' بنتا ہو یعنی بغاوت کرنا انحراف کرنا، حد سے بڑھنا۔ قرآن کریم نے اس مضمون کو ایک اور پہلو سے بھی بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے طَغَوٗ کا جرم کیا۔ یعنی جو بغاوت میں، سرکشی میں ملوث ہوئے اور طاغوت کے تابع چلے، ان کی سزا ان کی اپنی طاغوتی حرکتوں کے نتیجے میں ان کو ملتی ہے اور ان کی سزا کا نام بھی یہی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ثمود کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ (الحاقہ:۶) وہ اپنی سرکشی کے ذریعے سزا پا گئے۔ یعنی ان کے لئے جو سزا مقرر ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ حد سے بڑھا ہوا عذاب، ایسا عذاب جس کا بیان ممکن نہ ہو۔ یعنی اس حیرت انگیز طور پر وہ اس قدر طغیانی دکھا رہا ہو۔ اس قدر جوش دکھا رہا ہو کہ اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر حد پھلانگ چکا ہے۔ تو قومیں طاغوت کی غلامی میں جس قسم کے جرائم کرتی ہیں، بعینہ ویسا ہی عذاب ان کے لئے مقدر ہوتا ہے جو دراصل ان کے اعمال کی ایک دوسری شکل ہے پس جو لوگ طغیانی کے مرتکب ہوں گے وہ طغیانی کے ذریعے تباہ کئے جائیں گے۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت نوحؑ کی قوم کو بھی جب ہلاک فرمایا تو اس کا نقشہ اس طرح کھینچا۔ لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ (الحاقہ:۱۲) جب پانی نے سرکشی دکھائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قومیں خدا کے خلاف سرکشی دکھاتی ہیں، ان کا جرم یہ ہوتا ہے کہ ادنیٰ ہو کر اپنے آقا کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی ہیں اور قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ ساری کائنات کو انسان کے غلام کے طور پر پیدا فرمایا گیا ہے انسان کے لئے مسخر فرمایا گیا ہے۔ تو دیکھیں کیسا خوبصورت جواب ہے ان کی سزا کا کہ پھر جو تمہارے غلام ہم نے بنائے تھے، ہم ان کو تمہاری غلامی سے آزاد کرتے ہیں۔ ان کو تمہارے خلاف اٹھا دیں گے۔ تمہارے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کریں گے۔ تم نے اپنے آقا کے خلاف بغاوت کی اور تمہارے آقا نے جو غلام تمہیں بخشے تھے، وہ تمہارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پانی کا بھی طغیانی کے طور پر استعمال ہونا دراصل اسی لفظ ''طَغَوٗ'' سے نکلا ہے جس کا مفہوم ہے سرکشی کرنا۔ تو پھر پانی بجائے اس کے کہ تمہارے لئے رحمت بن کر برستا، وہ سرکشی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوگا اور تمہیں ہلاک کر دے گا۔

اس مضمون کو غالباً سورۃ نوح میں ہی اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ جب نوحؑ نے ان سے کہا تھا کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو گے تو پانی تمہارے لئے رحمت کا پانی بن کر برسے گا۔ پس پانی اپنی ذات میں انسان کی غلامی بھی کر سکتا ہے اور انسان کے خلاف بغاوت کر کے اس پر غالب بھی

آ سکتا ہے۔اسی طرح کائنات کی تمام قوتیں ایسی قوموں سے باغی ہو جایا کرتی ہیں جو خدا سے باغی ہو جائیں۔پس طاغوت کے لفظ میں بہت ہی گہری حکمتیں ہیں اس کو سمجھنا چاہئے۔جس قسم کی سرکشی کوئی انسان کرتا ہے اسی قسم کی سزا وہی سرکشی اس کے لئے مہیا کر دیتی ہے۔

آج کی دنیا میں اس کی مثال Aids کی بیماری ہے۔جس میدان میں آج مغرب کی دنیا نے خدا کے خلاف کھلی کھلی بغاوت کی ہے۔جنسیات کے مضمون میں انہوں نے ہر حد کو توڑ دیا ہے اور ایسی کھلی بغاوت ہے کہ ان کے ریڈیو، ان کے ٹیلی ویژن، ان کے اخبارات بے حیائی میں حد سے زیادہ بڑھ چکے ہیں اور اسی میدان میں ان کی سزا کے سامان اس طرح مہیا کئے گئے کہ جنسی طاقتوں نے ان کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔جہاں سے وہ لذت ڈھونڈنا چاہتے ہیں وہاں سے ان کو عذاب مہیا کیا جا رہا ہے۔

پس یہ مضمون کوئی معمولی مضمون نہیں ہے اس میں بہت گہرائی اور بہت ہی وسعت ہے۔ہر انسان جس قسم کی روحانی بغاوت میں مبتلا ہوگا، جب وہ حد سے بڑھ جائے گی تب اس کی سزا مقدر ہوگی۔یہاں اس سوال کا بھی جواب آجاتا ہے کہ کیوں ہر جرم کے وقت انسان پکڑا نہیں جاتا؟ کیوں قومیں ابتدا میں ہی پکڑی نہیں جاتیں؟ اس لفظ میں یہ مضمون داخل ہے کہ جب کوئی حد سے بڑھ جائے تب اس کی سزا کا وقت ہوگا اور پھر سزا حد سے بڑھ جائے گی۔پس قوموں کو ان کے جرم کی طاقتوں، ان کے عصیان کی طاقتوں کے مطابق مہلت دی جاتی ہے اور گناہوں کی حیثیت سے خدا تعالیٰ کی تقدیر میں کچھ حدیں مقرر ہیں۔جو قومیں وہ حدیں پھلانگ جاتی ہیں۔پھر ان کی سزا کا دور شروع ہو جاتا ہے اور وہی چیزیں جن میں انہوں نے حد سے تجاوز اختیار کیا ہوتا ہے، ان کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی ہیں اور ان کے خلاف پھر تجاوز اختیار کرتی ہیں۔یہ ایک عام جزا و سزا کا مضمون ہے جو ساری کائنات میں جاری و ساری دکھائی دیتا ہے۔اس پہلو سے جماعت احمدیہ کے لئے اس میں بہت غور کرنے کے مواقع اور اس سے عبرت حاصل کرنے کے مواقع ہیں۔

ہم نے بہت لمبے عرصے تک بنی نوع انسان کی خدمت کرنی ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ ایک ہی نسل میں اپنے مقصد کو حاصل کر جائیں بلکہ ہمارے مقصد کا حصول نسلاً بعد نسلٍ جس طرح جھنڈے منتقل کئے جاتے ہیں اس طرح اگلی نسلوں میں منتقل ہوتا چلا جائے گا اور ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ

ہر نسل اپنے مطلوب کے قریب تر ہوتی چلی جائے ، دور نہ ہٹے۔اس اعلیٰ اور عظیم الشان مقصد کے حصول کے لئے جس کا دائرہ ایک نسل پر نہیں پھیلا ہوا بلکہ مسلسل بیسیوں نسلوں تک پھیلا ہوا ہے، اتنی ہی زیادہ محنت، اتنی ہی زیادہ توجہ، اتنی ہی زیادہ حکمت اور منصوبے کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے پس ہمیں موجودہ نسلوں کو ہر قسم کی طغیانی سے پاک کرنا چاہئے خدا تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر جھکانے پر آمادہ کرنا چاہئے اس مضمون کو بچوں کو بڑوں کو سمجھانا چاہئے ،ان کو یہ بتانا چاہئے کہ قومیں ہمیشہ اسی طرح ہی ہلاک ہوا کرتی ہیں اور تمہارے سامنے ہلاک ہونے والی بعض قوموں کی تقدیریں بن رہی ہیں ان کے نقوش ابھرتے چلے جارہے ہیں، تم کیوں ان سے نصیحت نہیں پکڑتے ؟ جہاں تک پاکستان کے حالات کا تعلق ہے اس آیت پر غور کرتے ہوئے اس بدنصیب ملک کا خیال آنا ایک طبعی امر بن چکا ہے کیونکہ پاکستان جا کر وہاں سے ہر آنے والا یہ انتہائی دکھ بھری اور تکلیف دہ کہانی سناتا ہے کہ ہر دفعہ وہاں جانے پر ہمیں طغیانی بڑھی ہوئی دکھائی دی ہے، ہر شعبہ زندگی سے امن کلیتہً اٹھ چکا ہے، شرافت دن بدن مٹتی اور غائب ہوتی چلی جاتی دکھائی دیتی ہے اور بے حیائی، ظلم، زیادتی ، ہر قسم کی بغاوت جو دینی قدروں سے ہو یا عام انسانی قدروں سے ہو وہ زیادہ زور مارتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، زیادہ سرکش ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

اس کی تفصیل بڑی دردناک ہے اور بھیانک ہے۔قوم سے رحم مٹتا چلا جارہا ہے اور ظلم بڑھتا چلا جارہا ہے۔کراچی میں جو واقعات پیچھے ہوئے ان میں پانچ نوجوانوں کو پہلے باندھ کر بہت ہی خوفناک اذیتیں دی گئیں، اس کے بعد ان کو ایک کار میں جو غالباً انہی کی تھی ،اس میں بندھا ہوا بٹھا کر کار کو آگ لگادی گئی اور ڈاکٹروں کی رپورٹ یہ ہے کہ وہ اس حالت میں زندہ تھے اور اس آگ سے جل کر مرے ہیں۔اس ظلم سے یہاں تک قوم کو جھٹکا لگا ہے کہ مختلف راہنماؤں نے بیان دئے ہیں کہ یہ تو کوئی مسلمانی نہیں ہے۔تعجب کی بات یہ ہے کہ یہاں پہنچ کر ان کو پتہ چلا ہے کہ یہ مسلمانی نہیں ہے۔وہ ساری منازل جو بالآخر قوم کو یہاں تک پہنچا گئی ہیں۔وہ ہر منزل غیر مسلمان ہونے کی دلیل تھی، وہ ہر منزل بتا رہی تھی کہ تمہارا قدم اسلام سے غیر اسلامی طاقتوں کی طرف ہے۔ایمان سے طاغوتی طاقتوں کی طرف اٹھ رہا ہے اور دن بدن تم طاغوت کے غلام ہوتے چلے جارہے ہو۔

رشوت ستانی کا تو یہ عالم ہے ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ جب میں کراچی پہنچا تو مجھے

جلدی لاہور پہنچنا تھا اور وہاں ہوائی جہاز کے ٹکٹ بھی نہیں ملتے جب تک یا پہلے تعلقات نہ ہوں یا بہت پہلے سے نہ خریدے گئے ہوں یا آپ غیر معمولی زیادہ قیمت ادا نہ کردیں۔ اور گاڑی کا یہ حال ہے وہ ٹکٹ جو ایک سوبیس روپے کا مہیا ہوتا تھا، انہوں نے کہا کہ جب میں نے کوشش کی کہ مجھے کسی ذریعہ سے مل جائے تو مجھے صاف انکار ہو گیا کہ سارے ٹکٹ بک چکے ہیں۔ کوئی گنجائش نہیں پھر مجھے کسی نے کہا کہ بے وقوف نہ بنو قلی ٹکٹ بیچتے ہیں۔ آپ چھ، سات سوروپیہ ان کو دیں تو آپ کو ٹکٹ مل جائیں گے تو بجائے اس کے کھڑکیوں پر ٹکٹ مل رہے ہوں وہاں اسٹیشن کے قلی ٹکٹ بیچتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بتایا کہ ایک سوبیس روپیہ کا ٹکٹ غالباً ایک سوبیس کا ہی بتایا تھا، وہ ساڑھے چھ سوروپے میں میں نے مجبوراً خریدا۔ تو جس قوم کا یہ حال ہو چکا ہو ظاہر بات ہے کہ اس کا ایک ہی نتیجہ ذہن میں آتا ہے کہ یہ قوم اپنی سب حدیں پھلانگ چکی ہے۔ اتنے رخنے ان میں پڑ چکے ہیں کہ دن بدن اور زیادہ پھٹتے چلے جارہے ہیں۔

بعض دفعہ رخنے پڑنے کی تصویر اتنی تیزی سے بنتی ہے کہ آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی پھر اس کو Slowmotion میں دکھانا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ اتنی آہستہ بن رہی ہوتی ہے یا اتنے وسیع پیمانے پر بن رہی ہوتی ہے کہ بیک وقت آنکھ اس کا اندازہ نہیں کرسکتی۔ پھر اس کو تیزی کے ساتھ اکٹھا کر کے دکھانا پڑتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا شاید کہ بعض دفعہ گولی لگنے سے جو شیشے پھٹتے ہیں ان کو معلوم کرنے کے لئے کہ کس طرح پھٹے تھے، بہت ہی آہستہ رفتار کے ساتھ اس تصویر کو دہراتے ہیں پھر انسان کو پتہ چلتا ہے کہ اس وقت گولی لگی تو پہلی درزیں کہاں کہاں پڑی تھیں، پھر کیا رخنے ظاہر ہوئے، پھر کس طرح شیشہ پھٹنا شروع ہوا کیونکہ بہت تیزی سے واقعہ ہو رہا ہے۔ اس کو آہستہ کر کے دکھانا پڑتا ہے۔ پاکستان کا اس وقت یہ حال ہو چکا ہے کہ یہاں تیزی سے بھی ہو رہا ہے اور اتنے وسیع پیمانے پر بھی ہو رہا ہے کہ نظر چندھیا جاتی ہے اس کو سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ **ہر سطح پر رخنے پڑ چکے ہیں اور مزید پڑتے چلے جارہے ہیں اور اس قوم کو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ ہم سے یہ کیوں ہو رہا ہے ان کی تاریخ میں جو قریب کی تاریخ ہے، جو سب سے بڑا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا گیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار تھا اور قومی سطح پر انکار تھا۔ ایک ایسا انکار جس کے متعلق آج تک علماء کہتے چلے جاتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ طاغوت کا انکار تھا اور توحید سے وابستہ ہونے کے لئے امت کو ایک کرنے کے لئے**

**یہ انکار ضروری تھا۔**

جہاں تک قرآن کریم کے مضمون کا تعلق ہے۔ فی ذاتہٖ یہ بات غلط قرار نہیں دی جاسکتی کہ طاغوت کے انکار کے بغیر کامل ایمان میسر نہیں آسکتا اس میں کوئی شک نہیں لیکن اگر واقعۃً طاغوت کا انکار ہوا ہو تو جو ایمان نصیب ہوتا ہے اس کی تصویر قرآن کریم نے کھینچی ہے کہ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (البقرہ:۲۵۷) وہ ساری قوم ایک وجود بن جایا کرتی ہے جو ہر قسم کی طاغوتی طاقتوں کا انکار کردیتی ہے اور پھر ایمان لاتی ہے اور اس طرح توحید سے چمٹ جاتی ہے کہ اس کے لئے اس سے الگ ہونا ممکن ہی نہیں رہتا۔ ہمیشہ کے لئے توحید اس کے وجود کا حصہ بن جاتی ہے۔ یہ ہے نتیجہ جو قرآن کریم نے نکالا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کے نتیجے میں ان کو جو توحید ملی اس توحید کا نقشہ بھی قرآن کریم نے ہی کھینچا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (الحشر:۱۵) کیسی بدنصیب توحید ان کو حاصل ہوئی کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک ہوگئے ہیں انکار اور کفر اور ظلم کے نتیجے میں، دشمنی کے نتیجے میں یہ اکٹھے ہوئے ہیں اور چونکہ نفرت کے نتیجے میں اکٹھے ہوئے ہیں خود نفرت کا شکار ہیں محبت کے نتیجے میں اکٹھے نہیں ہوئے بلکہ نفرت کے نتیجے میں اس طرح اکٹھے ہوئے ہیں کہ ہر دل پھٹا ہوا ہے۔ قرآن کریم نے جو کسوٹی پیش کی ہے اس کسوٹی پر آپ اس قوم کو پرکھ کر دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ نہ صرف یہ کہ واقعۃً یہ اس وقت بھی پھٹے ہوئے تھے جب جماعت احمدیہ کو الگ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کے نتیجے میں ایک وحدت کا اعلان کیا تھا یعنی مذہبی لحاظ سے اس وقت بھی پھٹے ہوئے تھے بلکہ اس کے بعد ہر دوسری جہت سے بھی پھٹنے لگے۔ کوئی ایک پہلو بھی پاکستانیوں کی شخصیت کا ایسا نہیں رہا جس میں پھر درزیں نہ پڑنی شروع ہوں مزید رخنے نہ پیدا ہونے شروع ہوئے۔ بکھرتے چلے جارہے ہیں جس طرح شیشہ ٹوٹتا ہے تو کہتے ہیں کہ کرچی کرچی ہوگیا یہ تو بدنصیب ملک ہے جو کرچی کرچی ہوتا چلا جارہا ہے۔ مذہبی وحدت کا تو یہ حال ہے کہ ہر فرقہ ایک دوسرے کے خلاف عناد میں دن بدن بڑھتا چلا جارہا ہے۔

جماعت احمدیہ کے خلاف ہر قسم کا گند جو سفا کانہ رنگ میں شائع کیا جاتا ہے، اس کو ایک طرف چھوڑ دیجئے۔ کل ہی مجھے وہاں سے بعض اشتہارات ملے ہیں جو شیعوں کے خلاف ہیں اور ایسی

گندی زبان استعمال کی گئی ہے ایسا خوفناک اشتعال دلایا گیا ہے شیعہ علماء کی تحریروں سے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ چیزیں پھیلیں تو نہایت خون ریز فسادات شروع ہوجائیں گے اور وہ جو اشتہارات شائع کرنے والے ہیں معروف سنی علماء ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی مخفی اشتہارات ہیں سب کو پتا ہے کہ کون ایسی حرکتیں کررہا ہے۔

صوبائی طور پر تقسیم ہوئی تھی اور ایک وقت ایسا تھا کہ ہم اس بات پر فکر مند اور پریشان تھے کہ صوبائی تقسیمیں شروع ہوگئی ہیں۔ اب صوبے خود تقسیم ہورہے ہیں شہر تقسیم ہونے لگے کوئی ایک افتراق کی راہ ایسی نہیں ہے جو کسی جگہ جا کر بند ہو چکی ہو۔ کوئی رخ ایسا نہیں ہے افتراق کا جس کی کوئی آخری منزل ہو ہر تفریق کے بعد ایک اور تفریق ہونی شروع ہوجاتی ہے۔ پہلے سندھ اور پنجاب کی تفریق تھی، پنجاب اور صوبہ سرحد کی تفریق تھی، بلوچستان اور پنجاب کی تفریق تھی، اب پنجاب عین بیچ میں سے بٹ چکا ہے، سندھ بٹ چکا ہے، کراچی بٹ چکا ہے، حیدرآباد بٹ چکا ہے اور ان کے اندر پھر مزید رخنے پیدا ہوتے چلے جارہے ہیں۔ یہ جزا وہ جزا نہیں ہے جس کو قرآن کریم کی یہ آیت بیان کرتی ہے۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا کہ دیکھو اگر واقعۃً تم نے طاغوت کا انکار کیا اور تمام طاغوتی طاقتوں سے تعلق توڑ لیا تو تم طغیانی میں نہیں بڑھو گے تمہیں وحدت عطا کی جائے گی، تمہیں قوت عطا کی جائے گی، تمہارا تعلق خدا تعالیٰ سے ایسا پختہ ہوجائے گا کہ پھر اس کے ٹوٹنے کا کوئی سوال باقی نہیں رہے گا۔

**یہ کیسا انکار تھا جس انکار نے اس قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے کیا قرآن کریم کی اس آیت کے تابع انکار تھا؟ کیا قرآن کریم کی یہ پیشگوئی اور یہ وعدے نعوذ باللہ جھوٹے نکلے؟ ہرگز نہیں! صاف ظاہر ہے کہ یہ ایمان کا انکار ہے اور طاغوت پر ایمان لانے کے مترادف بات ہوئی ہے** ورنہ خدا تعالیٰ تو ایسا ناشکرا نہیں ایسا بے وفا نہیں کہ وہ قوم جو اس کی خاطر عظیم الشان اقدامات کر رہی ہو اور طاغوت کو مٹانے کیلئے کارروائیاں کر رہی ہو، اس قوم کو پکڑ کر اپنے سے تعلق توڑ کر طاغوت کے حوالے کر دے۔ اس وقت پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا خلاصہ طغیانی ہے۔ اسی لئے میں نے وہ آیت آپ کو پڑھ کے سنائی تھی جس میں ثمود کا ذکر ہے۔ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ (الحاقہ:۶) وہ اپنی سرکشی کا ہی شکار ہوکر رہ گئے۔ وہی سرکشی جو انہوں نے خدا اور خدا والوں کے خلاف اختیار کی تھی، وہی ان کے لئے

وہ طاغیہ بن گئی جو حد سے بڑھے ہوئے عذاب کی صورت میں ان کو ہلاک کر گئی ان کو دنیا سے مٹا گئی۔

پس میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ہماری تمنا ہے کہ ایسا ہو۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہمارا یہ خوف ہے کہ یہ قوم اگر نہ سمجھی تو ایسا نہ ہو جائے۔ آپ کو یاد ہوگا کوئی چند سال پہلے میں نے خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں بتایا کہ اس قوم کا رخ کس طرف ہے اور کس قسم کی سزائیں ان کا مقدر معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں ایک یہ مضمون بھی تھا کہ لوگ لوگوں کے خلاف ہو جائیں گے ہر شخص ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے گا اور ملک سے امن اٹھ جائے گا۔ وہ خطبہ آپ دوبارہ سنیں یا وہ خطبات سنیں تو آپ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ کس طرح چودہ سو سال پہلے قرآن کریم نے جو سرکش ہونے والی قوموں کے حالات بیان کئے تھے وہ پاکستان کے حالات پر کتنے دردناک طور پر اطلاق پا رہے ہیں اور ان پر ثابت ہوتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بڑی گہری فکر کی بات ہے۔

جہاں تک تمام دنیا کی جماعتوں کا تعلق ہے، ایک تو ان کے لئے اس بات میں ایمان کی مضبوطی کا پہلو ہے۔ یعنی ایک پہلو سے ایمان افروز واقعہ ہے کہ ان حالات کو دیکھنے کے بعد دنیا کے پردے پر جہاں بھی کوئی احمدی بستا ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی گمان نہیں کر سکتا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹے تھے کیونکہ اگر آپ نعوذ باللہ جھوٹے تھے تو قرآن کریم کی یہ آیت پھر بالکل مہمل اور بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے کہ طاغوت کا انکار کرنے والے خدا سے مضبوط تعلق قائم کر لیا کرتے ہیں اور ایک وحدت میں تبدیل ہو جایا کرتے ہیں۔ **پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نعوذ باللہ جھوٹے تھے تو جس قوم نے اس شدت کے ساتھ قومی سطح پر پورے کامل غور ان کے کہنے کے مطابق فکر اور تدبر کے بعد ایک سوچا سمجھا فیصلہ کرتے ہوئے انکار کیا ہے، اس قوم کو جزا ملنی چاہئے یا سزا ملنی چاہئے یہ سیدھا سوال ہے۔**

پس اتنے بڑے عظیم الشان فیصلہ کے بعد جو ان کے فکر کے مطابق طاغوت کا کلیۃً قومی سطح پر انکار تھا، وہ کیسا خدا ہے جس نے ان کو طاغوت کے حوالے کر دیا اب یہ دیکھنے کے لئے تو کسی خاص بصیرت کی ضرورت نہیں ہے کہ اس وقت پاکستان طاغوت کے حوالے ہے اور احمدیت کا بڑے سے بڑا دشمن بھی خود یہ کہتا چلا جا رہا ہے کہ ہاں ہم طاغوتی طاقتوں کے حوالے ہو چکے ہیں۔ پھر کس نے

آپ کو طاغوت کے حوالے کیا کس خدا نے؟ اس خدا نے جس پر آپ ایمان لائے تھے جس کی خاطر آپ نے نعوذ باللہ طاغوتی طاقتوں سے تعلق توڑا تھا اس لئے یہ ایسی قطعی منطق ہے، ایسی یقینی دلیل ہے کہ دنیا کے پردے پر جو احمدی بھی ان حالات کا مشاہدہ کرے اور اس کے پس منظر میں ہونے والے واقعات کو نگاہ میں رکھے، اس کا ایمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر ایسا مستحکم ہو جائے گا کہ اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ **لَا انْفِصَامَ لَهَا** ان حالات کو دیکھنے کے بعد دنیا کے پردے پر کوئی احمدی ایسا نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کڑے پر ہاتھ نہ ڈال دے، جو خدا کی رسی سے بندھا ہوا ہے اور پھر یہ اقرار نہ کرے کہ ہاں اے خدا میں نے اس کڑے پر ہاتھ ڈالا اور مجھے یہ جزامل گئی ہے کہ **لَا انْفِصَامَ لَهَا** نہ اب یہ کڑا ٹوٹ سکتا ہے نہ میرا اس سے یہ تعلق ٹوٹ سکتا ہے لیکن دوسرے پہلو سے ایک، بہت ہی بڑی عبرت بھی اس میں ہے اور ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی آتی ہے۔ عبرت اس میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایسی قوموں کو پھر معاف نہیں کیا کرتا جو حد سے تجاوز کر جاتی ہیں اور نام کے لحاظ سے ان کا کسی سے بھی تعلق ہو، اس تعلق کی پھر پرواہ نہیں کیا کرتا۔ پس جماعت احمدیہ کو چاہئے کہ اس کڑے پر ہاتھ ڈالنے کے بعد پھر کبھی اس سے بے وفائی نہ کرے اور مسلسل اپنی ذات پر نگران رہے، ہم میں سے ہر شخص بحیثیت شخص، ہر جماعت بحیثیت جماعت، ہر تنظیم بحیثیت تنظیم، ہر گھر والا بحیثیت گھر کے مالک کے، ہر عورت بحیثیت ماں کے یا بہن کے یا اور اپنے تعلقات کے دائرے میں اس بات پر نگرانی کرے کہ ہم میں کسی قسم کی طغیانی کے آثار نہ پیدا ہونے شروع ہو جائیں۔

طغیانی کا جو مضمون ہے یہ اپنی ذات میں ایک بہت ہی واضح تصویر پیش کرتا ہے۔ طغیانی یونہی اچانک تو نہیں آجایا کرتی۔ اس سے پہلے آثار پیدا ہوتے ہیں لہریں اٹھتی ہیں۔ ہواؤں کے مزاج بگڑنے لگتے ہیں۔ دیکھنے والوں کو خواہ موسم والوں نے پیش خبری کی ہو یا نہ کی ہو اندازہ ہو جایا کرتا ہے پرندوں کو بھی اندازہ ہو جاتا ہے کتوں کو بھی اندازہ ہو جاتا ہے، وہ بھی بے چین ہوتے ہیں بھونکنے لگتے ہیں، کوے کائیں کائیں کرنے لگتے ہیں اور جو بعض بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کی بیماریوں کی علامتیں ظاہر ہونے لگ جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک تجربہ آج سے آٹھ دس سال پہلے کیا گیا ایک بچی کو موسم بگڑنے پر دمے کی تکلیف ہو جایا کرتی تھی اور ڈاکٹروں نے جب اس کا تفصیل سے

جائزہ لیا تو یہ بات دیکھ کر حیران رہ گئے کہ دنیا کا کوئی آلہ ابھی موسم کی تبدیلی کا حال جانچ نہیں سکتا تھا کوئی علامت نہیں پکڑ سکتا تھا لیکن اس کی بیماری اس علامت کو پکڑ لیا کرتی تھی اور جب وہ بیماری کے آثار ظاہر ہوتے تھے تو لازماً موسم میں وہی تبدیلی پیدا ہوتی تھی جو اس تبدیلی سے پہلے وہ بیماری اس کو پکڑ لیتی تھی۔تو خدا تعالیٰ نے تو Consciously یعنی باشعور طور پر بھی اور غیر شعوری طور پر بھی انسان کے اندر یہ طاقتیں پیدا فرمائی ہیں کہ وہ حالات کا جائزہ لے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ گناہ جڑ پکڑ رہے ہوں طغیانیاں آہستہ آہستہ سر اٹھا رہی ہوں اور کسی صاحب بصیرت کو، کسی آنکھوں والے کو کچھ دکھائی نہ دے۔ جو خاندان ہلاک ہوتے ہیں جن کی بچیاں آزاد ہو کے گھروں سے نکل جاتی ہیں وہ خاندان جن کی اولادیں ان کے لئے کسی نہ کسی طرح ذلت کا موجب بنتی ہیں ان کا یہ کہنا اچانک یہ ہو گیا، ہم بے بس ہیں بالکل جھوٹ ہے۔

طغیانی کا مضمون ہر جگہ بالکل اسی طرح صادق آتا ہے جس طرح بیرونی دنیا میں صادق آتا ہے۔ ایک دن میں طغیانی نہیں ہوا کرتی اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم مہلت دیتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ حدوں سے تجاوز کر جاؤ، یہ بتاتا ہے کہ بہت لمبا عرصہ ان چیزوں کے پیدا ہونے اور اپنے پایۂ تکمیل تک پہنچنے میں لگتا ہے۔ پس کسی کے لئے یہ کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا کہ جی ہم اچانک پکڑے گئے۔ چھوٹے بچے جب سکول جاتے ہیں اور واپس آ کے کچھ حرکتیں کرتے ہیں تو ہر صاحب بصیرت کے لئے اس میں ایک انتباہ ہوتا ہے۔اسی وقت وہ پہچان سکتا ہے کہ اس بچے کا رخ کس طرف ہو چکا ہے۔ چنانچہ بعض مائیں جو ذہین ہیں اور ان باتوں کا خیال کرتی ہیں، بعض دفعہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچے، دو دو، تین تین سال کے میرے پاس لے کے آئی ہیں کہ اس میں یہ بات پیدا ہو رہی ہے۔ جب ٹیلی ویژن دیکھتا ہے تو حرکت کرتا ہے۔ جب کنڈر گارٹن جاتا ہے تو یہ حرکت کرتا ہے اور ہمیں فکر پیدا ہو گئی ہے۔ وہ بالکل معمولی سی بات ہوتی ہے اور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ کیسی پاکیزہ اور کیسی اعلیٰ اور کیسی ذہین مائیں خدا تعالیٰ نے احمدیت کو بخشی ہیں۔ پھر ان کو میں سمجھاتا ہوں کہ یہ طریق اختیار کریں۔ یہ کریں۔ چنانچہ یہیں انگلستان میں ایک ایسی ماں اپنے بچے کو لے کے آئی کہ یہ حرکت کرتا ہے۔ مجھے اس سے بڑی فکر پیدا ہو گئی ہے میں نے اسے سمجھایا۔ اس کے بعد دوبارہ پھر چند مہینے یا ایک سال کے بعد وہ خاندان آیا اور انہوں نے بتایا کہ اللہ کے فضل سے اب

ہمیں تسلی ہوگئی ہے بالکل ٹھیک ہے۔ جرمنی سے ایک خاتون کا خط آیا کہ میری بچی اس عمر میں ہے، اس نے یہ بات شروع کر دی ہے۔ میں بڑی پریشان ہوں تو وہ ذہین قومیں جنہوں نے لمبے فاصلے طے کرنے ہیں۔ جن کا کام ایک نسل سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ نسلاً بعد نسلٍ پھیلا ہوا ہے، انہیں لازماً اسی طرح صاحب بصیرت ہونا ہوگا۔ انہیں لازماً اسی طرح حساس بننا ہوگا۔ جب طغیانیاں زور پکڑ جائیں تو پھر ان کے سامنے کوئی پیش نہیں جاسکتی۔ بڑی سے بڑی قومیں بھی ان کے سامنے بالکل بے حقیقت ہوکر رہ جایا کرتی ہیں۔ اب یہ چھوٹے سے طوفان آئے ہیں انگلستان میں آپ نے دیکھ لیا ہے کہ کتنی بڑی عظیم الشان طاقت ہے، انگلستان کی یعنی گئی گزری ہونے کے باوجود ابھی غریب ملکوں کے مقابل پر بہت ہی بڑی ایک طاقت ہے، بہت منظّم ہے، ہر قسم کے سامان ان کو مہیا ہیں لیکن ہواؤں کے سامنے اور بارش کے سامنے اس طرح بے بس ہوگئے کہ کوئی بھی پیش نہیں جاتی۔ جس طرح پاکستان کے جھونپڑیوں والے بے بس ہو جایا کرتے ہیں اسی طرح یہ بڑی بڑی مضبوط عمارتوں والے بے بس ہوکر رہ گئے۔ وہاں یونائیٹڈ سٹیٹس یعنی امریکہ میں بعض اچانک آنے والے خوفناک طوفان ہیں۔ اچانک ان معنوں میں کہ جب وہ پہنچتے ہیں ساحل تک تو بڑی تیزی کے ساتھ وہ شدت اختیار کرتے ہیں مگر ان معنوں میں نہیں کہ وہ بنتے ہی وہیں ہیں۔ سینکڑوں میل پہلے، بعض دفعہ مہینوں پہلے سے وہ پرورش پا رہے ہوتے ہیں۔ وہ آثار بن رہے ہوتے ہیں لیکن جب وہ کنارے تک پہنچتے ہیں اور کسی شہر پر، کسی ساحلی قصبے پر حملہ کرتے ہیں تو وہ طوفان اس طرح ہیں جیسے بالکل اچانک پیدا ہوئے ہوں۔ ان کے اندر اتنی طاقت ہوتی ہے کہ بعض دفعہ مضبوط چھتیں اچانک اڑ جاتی ہیں۔ کاریں کئی کئی فٹ بلندی تک اٹھ کے پھر گرتی ہیں اچانک انسان کھڑا ہوا ایک دم بگولے کی طرح ہوا میں اڑ جاتا ہے اور پھر سینکڑوں فٹ کی بلندی سے گرتا ہے۔ بڑے بڑے مضبوط گارڈر، بڑے بڑے بھاری کنکریٹ کے تودے کے تودے یوں ہوا میں اڑ جاتے ہیں جس طرح چھوٹے سے کنکر کو انسان اچھال دے۔ اس وقت انسان کی کیا پیش جاسکتی ہے۔ قرآن کریم نے بہت خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔ لَمَّا طَغَا الْمَآءُ ان کو الطَّاغِيَةِ نے پکڑ لیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عذاب جس کے سامنے انسان بالکل بے بس اور بے اختیار ہوکر رہ جائے۔

پس جب یہ الطَّاغِيَةِ بنتی ہے، اس وقت آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ جب آپ کے کسی بچے

میں، آپ کے کسی عزیز میں یہ بغاوت اپنا زور مار چکی ہوتی ہے اور وہ اپنا سر اٹھالیتا ہے پھر وہ وقت نہیں ہے کہ آپ اس کو سنبھال سکیں۔ پھر رونے اور حسرت کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں دعا کے ذریعہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ غیر معمولی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے۔ اور دعا کے ذریعے ہر طغیانی پر بھی فتح پائی جاسکتی ہے۔ دیکھیں حضرت نوحؑ بھی تو اسی طغیانی کا شکار تھے۔ لیکن کس طرح خدا تعالیٰ نے آپ کو اس طغیانی پر فتح عطا فرما دی۔ پس یہ ایک الگ مضمون ہے لیکن عام حالات میں انسان، جب سرکشی اپنی انتہا کو پہنچے تو پھر انسان بے بس ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے آپ خصوصاً وہ لوگ جو مغربی ممالک میں رہتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو آج کل بدقسمتی سے تیسری دنیا کے ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں جہاں نام کی مذہبی قدریں رہ گئی ہیں لیکن ہر لحاظ سے ہر بدی زور مار چکی ہے ان کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو، اپنے گردو پیش کو، اپنے ماحول کو، اپنے عزیزوں کو ہمیشہ باریک نظر سے دیکھیں اور آثار جب پیدا ہو رہے ہوں اس وقت ان آثار سے نپٹنے کے سامان کریں۔ ان آثار سے نپٹنے کے سامان میں دعا بھی شامل ہے اور اس وقت کی دعا زیادہ موثر ہوگی۔ پھر دوسرے ذرائع دعا کے لئے لکھنا، جماعت کے نظام سے تعلق جوڑنا اور ہر قسم کی کوششیں کرنا جب کہ ابھی بیماری سر اٹھا رہی ہے۔ جب کینسر بن چکی ہو جب اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہو تو پھر کچھ پیش نہیں جاسکتی۔ چنانچہ کینسر بھی دراصل اس الطَّاغِيَةِ کی ایک شکل ہے۔ وہ بیماری جو بے قابو ہو جائے جو سرکش ہو جائے۔ جو نظام کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔

پس جماعتوں میں بھی جہاں جہاں ایسے لوگ پیدا ہوں جو ایسے وسوسے پھونکتے ہیں جو بالآخر نظام کے خلاف بغاوت پر منتج ہوتے ہیں ان کی بھی نگرانی کریں اور وقت پر انہیں سمجھائیں۔ معمولی کوششوں سے بھی ابتدا میں چیزوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ پس عبرت بھی ہے جو کچھ پاکستان میں ہو رہا ہے اور ساری دنیا کی جماعت کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اس سے سبق سیکھنا چاہئے اور یہ دعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کبھی بھی جماعت احمدیہ کو اس انجام تک نہ پہنچائے کہ اس کے نفس کی الطَّاغِيَةِ اس پر قابو پالے اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے قدرت اس سے بیرونی الطَّاغِيَةِ کے ذریعے انتقام لے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں راہ راست پر قائم رکھے اور وہ توازن اختیار کرنے کی توفیق بخشے جو اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔ آمین۔